مسلکِ اہلحدیث کا داعی اور ترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
پاکستان
جلد ۳۵
۲۴ رجب ۱۴۰۴ھ
جمعۃ المبارک
۲۷ اپریل ۱۹۸۴ء
شمارہ ۳۹
مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
محمد سلیمان انصاری
سالانہ ۔۔۔ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۔۔۔ ۵۰/ ۱ روپیہ
ممالک غیر : ۲۰ پونڈ

مندرجات

علیم ناصری

کیا یہی اسلام ہے؟

ذیل کی نظم ماموں کانجن کانفرنس (منعقدہ ۶، ۷، ۸ اپریل ۱۹۸۴ء) کے لئے لکھی گئی تھی لیکن وہاں پڑھی نہیں جاسکی۔ اب قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیشِ خدمت ہے:

ڈھول پٹیا جا رہا ہے رات دن اسلام کا
ذکر ہے سرکار کے گھر میں خدا کے نام کا!

یوں تو سلطاں بھی نمازی اور نیک اطوار ہے
متقی ہے زاہدِ مرتاض و روزہ دار ہے

دین اور ایماں کے دعویدار ہیں میر و وزیر
مفتیانِ واجب الاکرام ہیں اس کے مشیر

سب کا دعوےٰ ہے یہاں اسلام لایا جائے گا
اس وطن کو دین کا قلعہ بنایا جائے گا

ملک میں لیکن کہیں یہ شے نظر آتی نہیں
پیروی اسلام کی اس قوم کو بھاتی نہیں

ناچ گانے کا یہاں طوفان ہے آیا ہوا
مسخروں بھانڈوں کا اک بادل ہے منڈلایا ہوا

طائفے اہلِ ثقافت کے قیامت خیز ہیں
ڈاکوؤں، غارتگروں چوروں کے خنجر تیز ہیں

بدقماشوں نے مچا رکھا ہے ادھم چار سُو
بدنہادوں نے جما رکھے ہیں پنجے کُو بہ کُو

کوئی قدغن ہے کسی پر اور نہ کچھ تعزیر ہے
ملک کیا ہے شرپسندوں کی کوئی جاگیر ہے

ان بداندیشوں پہ کوئی بس نہیں پولیس کا
دندناتا پھر رہا ہے طائفہ ابلیس کا

اور ادھر رشوت کی ہر دفتر میں یوں بھرمار ہے
یوں نظر آتا ہے جیسے تھوک کا بازار ہے

اہلکاروں کا چلن مکر و فریب اور جھوٹ ہے
سائلوں کی جیب پر ان ڈاکوؤں کی لوٹ ہے

دوسری جانب تصوّف کی ہیں رنگ آرائیاں
دینِ حق پر اہلِ بدعت کی کرم فرمائیاں

پتھروں پر چڑھ رہے ہیں ریشم و زر کے غلاف
شرک ہوتا ہے کھلے بندوں شریعت کے خلاف

رات دن چلتی ہے اہلِ قبر کی نذر و نیاز
مرنے والے بن گئے مشکل کشا اور کارساز

ہر قدم پر اک نہ اک حاجت روا موجود ہے
خاک کا ایک ایک تودہ قوم کا معبود ہے

ڈھیریوں کی ہر طرح تزئین ہوتی ہے یہاں
رات دن توحید کی توہین ہوتی ہے یہاں

پھر بھی سلطاں کی زباں پر نعرۂ اسلام ہے
کیا یہی ہے جس کی یوں تشہیر صبح و شام ہے

میں مگر یوں آپ کی تقلید کر سکتا نہیں
آپ کے اسلام کی تائید کر سکتا نہیں

تفریق بین المسلمین کی ایک مذموم کوشش

ایک کانفرنس اور اس کی قراردادوں کا جائزہ

۱۲ر اپریل کو لاہور میں "حزب الاحناف" (بریلوی) کے زیرِ اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کا پس منظر یہ بتایا جاتا ہے کہ ۲۳ مارچ کو شاہی مسجد میں ایک محفلِ قراءت میں کسی نے نعرۂ رسالت کے جواب میں (نعوذ باللہ) مُردہ باد کا آوازہ بلند کیا جس کے نتیجے میں وہاں خاصی بدمزگی ہوئی بلکہ شُنید ہے کہ ہاتھاپائی تک بھی نوبت پہنچ گئی۔

ہمیں نہیں معلوم کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ اور صحیح ہے تو اس کی اصل نوعیت کیا ہے؟ اور مُردہ باد کہنے والا شخص کون تھا؟ اور اس نے "مُردہ باد" کس کو کہا ہے؟ کیونکہ کسی بھی مسلمان سے یہ توقع نہیں کہ وہ شانِ رسالت میں ذرا سی بھی گستاخی کرے۔ اس لئے ضرورت تو اس بات کی تھی کہ واقعے کی تحقیق کی جاتی اور اس کی اصل نوعیت کا پتہ چلایا جاتا کیونکہ کسی بھی انبوہ اور ازدحام میں جذباتی نعروں اور اس کے جوابی سلسلوں کا تعلق محض وقتی واقعات سے ہوتا ہے، ان کی کوئی مستقل اور پائیدار بنیاد نہیں ہوتی۔

لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ایک فرقۂ غالیہ مبتدعہ نے اس بے بنیاد واقعے کو مسلمانوں کے اندر مذہبی تفریق و انتشار کو پھیلانے اور ان کے درمیان بُغض و عداوت پیدا کرنے کا وسیلہ بنا لیا اور "یا رسول اللہ کانفرنس" کے عنوان سے ایک عام اجتماع کیا گیا اور وہاں اہلِ سُنّت کے دوسرے مکاتبِ فکر کے خلاف خاصی بدزبانی اور دُشنام طرازی کا مظاہرہ کیا گیا اور انہیں نعوذ باللہ گستاخانِ رسول باور کرانے کی مذموم سعی کی گئی۔ اور آخر میں چند قراردادوں کے ذریعے سے اپنے اصل مقاصد بھی طشت از بام کر دیئے۔

قبل اس کے کہ ہم ان قراردادوں پر اپنی معروضات پیش کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مذکورہ کانفرنس کا انعقاد کرنے والوں سے، جن کو فقہ حنفی کے اصل وارث ہونے کا دعویٰ ہے، ایک دو سوال کریں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب آپ فقہ حنفی کے پکے پیروکار ہیں تو اس میں "نعرۂ رسالت" کے جواب میں "یا رسول اللہ" حنفیت کی کس کتاب میں درج ہے؟ نیز کیا امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے عہدِ امامت میں بھی یہ نعرہ جاری تھا؟

چلئے یہ دُور کی بات رہی، آپ کے جدید امام "اہلِ سنت" مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے کسی فتوے یا ارشادات

طابع ● چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع ● اومنی پرنٹرز لاہور ● ناشر ● محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت ● شیش محل روڈ - لاہور

میں اس نعرے کی کیفیت وکمیت درج ہے ؟

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

دوسری بات یہ ہے کہ مردہ باد کا لفظ اپنے لغوی معنوں کی بہ نسبت اصطلاحی معنوں میں کہیں زیادہ مذموم ہے اور ہمارے خیال میں یہ ممکن نہیں کوئی مسلمان حضور رسالتمآب کے لئے تو کجا کسی صحابی کے لئے بھی اس کا تصور کر سکے ....

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہاں نعرہ بازی کی نوبت کیوں آئی جب کہ وہاں صرف تلاوتِ قرآنِ کریم ہو رہی تھی ؟

اس سلسلے میں مسلمان کے لئے اللہ تعالےٰ کا واضح فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خاموشی سے سُنو، تو دورانِ قرائت قرآن نعرے کے ذریعے سے اس حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب کون ہوا ؟ اور پھر " مردہ باد " کا آوازہ ان عاشقانِ رسول ہی کے کانوں تک کیوں پہنچا ؟ کیا دوسرے لوگ " سامعین " نہ تھے ؟ کہیں یہ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا کی صورت اس لئے تو نہیں پیدا ہوئی کہ ایک گروہ محض اسی لئے تیار ہو کر گیا تھا کہ وہاں غوغا آرائی کی جائے اور شاہی مسجد کی امامت وخطابت اور پھر " قبضے " کا کھڑاگ کھڑا کیا جائے ؟ (جیسا کہ ان کی قراردادوں کے سلسلے میں آگے آئے گا) پھر اس واقعے کو اخبارات کے ذریعے خوب ہوا دی گئی اور کانفرنس کا اعلان کر دیا گیا جس کی مسلسل تشہیر کی گئی اور بلند بانگ دعووں سے دوسرے مسالک کو مرعوب کرنے پر زورِ بیان صرف کیا گیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کانفرنس کے مقاصد اصل میں پہلے سے طے شدہ تھے جن کے اظہار کے لئے ایک " واقعے " کی تلاش تھی جس کی " ساخت " کا سہرا بھی انہیں اپنے ہی سر باندھنا پڑا ......!!

اب اس کانفرنس کی قراردادوں کا مختصراً جائزہ لیجئے۔

ع دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے

۱ :- " یہ واقعہ نظریہ پاکستان کے اصلی دشمن، سامراجی طاقتوں کے آلۂ کار، یہودیوں اور قادیانیوں کے ایجنٹوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا ہے لہٰذا حکومت فوری تحقیقات کرے۔ اور ذمہ داروں کو سزا دے "

بلاشبہ اگر کسی بدبخت نے شانِ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے تو اسے اس کی قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے۔ ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ اضافہ کرتے ہیں کہ جنہوں نے نعروں کے ذریعے سے قرآن کی اور کلامِ الٰہی کی توہین کی ہے، وہ بھی سخت مجرم ہیں۔ اور وہ بھی سزایابی کے قابل ہیں۔ بلکہ اصل مجرم یہی ہیں کہ ایک مقدس محفل کے تقدس کو نعرہ بازی کے ذریعے سے مجروح کرنے کی اور پھر وہاں غوغا آرائی کی کوشش کی گئی۔

۲ :- " حکومت بادشاہی مسجد کی انتظامیہ اور خطیب کو تبدیل کر کے راسخ العقیدہ افراد کو تعینات کرے "

یہ ہے اصل مقصد اس کانفرنس کا .... جو مولانا عبدالقادر آزاد کے لئے لمحۂ فکریہ ہے ! ...... ویسے بھی یہ دو حنفی بھائیوں کی " وراثت " کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی انداز اور طریقے سے فرقۂ غالیہ مبتدعہ نے پہلے علماء اکیڈمی کی ڈائریکٹری سے ملک کی ایک فاضل شخصیت کو ہٹوایا ہے۔ اب وہی پروپیگنڈہ سٹنٹ انہوں نے شاہی مسجد کی خطابت کے لئے اختیار کیا ہے۔ جس کی ہم نے اس وقت بھی مذمت کی تھی کہ عوام کا انبوہ جمع کر کے اگر اس طرح مطالبات منوانے کی رَد چل پڑی تو یہ انتہائی خطرناک بات ہو گی جس سے ملک کی وحدت وسالمیت متأثر ہو گی۔ افسوس ہے کہ حکومت نے اُس وقت بھی ہماری گذارشات پر توجہ نہ دی اور غوغا آراؤں کی بات کو اہمیّت دی جس سے ایک بری مثال قائم ہو گئی اور اب ان کی طرف سے ایک نیا سٹنٹ کھڑا کر دیا گیا ہے ہمیں اگرچہ ان دونوں حنفی بھائیوں کی اس وراثت کے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس کے لئے جو طریقہ اور انداز اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بہت غلط ہے۔ جس سے مسلمانوں کے درمیان عداوت اور تفریق پیدا کی جا رہی ہے۔

(باقی ص ۱۵ پر)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری۔ ایڈیٹر "محدث" بنارس (ہند)

اسلامی نظامِ حکومت میں متعدد پارٹیوں کے وجود کا مسئلہ

قرآن کریم، احادیثِ نبویہؐ اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں

مغرب کے جمہوری نظامِ حکومت میں جو ہمارے ملک میں بھی رائج ہے۔ لازماً ایک سے زیادہ پارٹیاں ہوتی ہیں، ایک حزبِ اقتدار کہلاتی ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہوتی ہے۔ اور دوسری حزبِ اختلاف، جس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت کے پروگراموں اور پالیسیوں پر نکتہ چینی کرے اور برسرِ اقتدار پارٹی کو شکست دے کر خود اقتدار پر قابض ہونے کی کوشش کرے۔

اس وقت پاکستان کو فوجی حکومت کے دائرے سے نکال کر جمہوریت کے دائرے میں لانے کا پروگرام چل رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ الیکشن شخصی بنیادوں پر کرایا جائے یا پارٹیوں کی بنیاد پر، کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اسلامی نظامِ حکومت میں سیاسی پارٹیوں کا تصوّر نہیں، اس لئے الیکشن شخصی بنیاد پر ہونا چاہئیے مگر ان کے برعکس سیاسی پارٹیوں کے ناخداؤں کا کہنا ہے کہ جو شخص ایسی بات کہتا ہے وہ اسلامی سیاست کی ابجد سے واقف نہیں۔ پارٹی سسٹم کی بنیاد پر الیکشن اسلامی نظامِ حکومت کے عین مطابق ہے۔

یہ مسئلہ اگرچہ پاکستان میں اُٹھا ہے لیکن چونکہ بحث اسلامی حکومت کے متعلق ہو رہی ہے اس لئے ہم بھی "دخل در معقولات"، کا "حق" رکھتے ہیں۔ اور چونکہ اسلامی مسائل کا حل کتاب و سُنّت اور قرنِ اولیٰ کے سلفِ صالحین کے طرزِ عمل کی روشنی میں ہونا چاہیئے اس لئے ہم اس معاملے میں اسی طرف رجوع کر رہے ہیں۔

قرآنی ارشادات

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔ (۶ : ۱۶۰)

"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور مختلف جماعتوں میں بٹ گئے (اے نبی) آپ کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ تو بس اللہ کے حوالے ہے، پھر اللہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے تھے"۔

(۲) وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (۳۰ : ۳۱ : ۳۲)

"...... اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، اور (خود) گروہوں میں بٹ گئے (اب) ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی پر وہ خوش ہے"۔

(۳) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳ : ۱۰۳) "تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور گروہوں میں نہ بٹو"،

(۴) وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

مِنۡ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡبَیِّنٰتُ وَاُولٰٓئِکَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (۳ : ۱۰۵)

"اور تم ان کی طرح نہ ہونا جو گروہوں میں بٹ گئے۔ اور کھلے کھلے دلائل آجانے کے بعد اختلاف کیا اور ایسے لوگوں کے لئے زبردست عذاب ہے"

یہ آیتیں نہایت صراحت کے ساتھ مختلف گروہوں میں بٹنے اور تقسیم ہونے سے روک رہی ہیں اور دین میں اختلاف اور گروہ بندی کو قابل عذاب جرم قرار دے رہی ہیں۔ اسلامی نظام سیاست، اپنے طریقۂ کار سے لے کر مقاصد تک ایک دینی معاملہ ہے۔ لہٰذا اس میں اختلاف اور گروہ بندی ہے۔ اسلام نے حبل اللہ کو صرف پکڑنے کا حکم نہیں دیا ہے کہ اسے مختلف پارٹیاں الگ الگ اپنے طور پر پکڑ لیں۔ بلکہ اختلافات اور گروہ بندیوں سے الگ ہو کر اجتماعی اور یکجائی طور سے پکڑنے کا حکم دیا ہے۔

پھر سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب سارے ہی لوگ اسلامی نظام حکومت چاہتے ہیں اور یہ نظام حکومت اپنے طریقۂ کار سے لے کر مقاصد و اغراض تک ایک ہی ہے تو پارٹی بندی کی بنیاد کیا رہ جاتی ہے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جو لوگ نقطۂ نظر طریقۂ کار اور مقاصد ہر چیز میں پورے خلوص کے ساتھ متفق ہوں۔ وہی ایک دوسرے کو اکھاڑنے پچھاڑنے اور گرانے گھسیٹنے کے لئے باہم دست و گریباں بھی رہیں۔ ظاہر ہے ہر چیز میں یکساں نقطۂ نظر کے باوجود اس طرح کی رسہ کشی کا صرف ایک ہی سبب ہو سکتا ہے، جسے خود غرضی اور مطلب پرستی کہا جاتا ہے اور جس کے بطن سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ چند مخصوص افراد یا طبقے کو اقتدار کی مسند سے گھسیٹ کر اس پر خود براجمان ہو جائیں۔ اس لئے آیئے دیکھیں اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِیۡحُکُمۡ (۸ : ۴۶) "آپس میں رسہ کشی نہ کرو۔ ورنہ پست ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"

اَحَادِیۡثِ نبوی

سب سے پہلے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنیئے کہ کوئی شخص اقتدار کا خواہش مند ہو تو اسے برسراقتدار آنے دیا جائے یا نہیں۔ آپ کا ارشاد ہے۔

اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّیۡ عَلٰی هٰذَا الۡعَمَلِ اَحَدًا سَأَلَهٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیۡهِ وفی روایۃ قال لا نَسۡتَعۡمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنۡ اَرَادَهٗ (متفق علیہ)

خدارا سوچیئے کہ اس حدیث کی روشنی میں اسلامی نظام حکومت کے اندر "حزب اختلاف" کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ جس کا مقصد وجود ہی یہ ہوتا ہے کہ چھین جھپٹ کر اقتدار پر قابض ہو جائے۔ مزید سنیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(۱) انہ سیکون هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یُّفَرِّقَ اَمۡرَ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ وَهِیَ جَمِیۡعٌ فَاضۡرِبُوۡا بِالسَّیۡفِ کَائِنًا مَنۡ کَانَ (صحیح مسلم)

"دیکھو! کچھ گڑبڑ اور اتھل پتھل ہوگی تو جو شخص اس امت کے معاملے کو متفرق کرنا چاہیئے۔ اور وہ یکجا ہو تو اس شخص کو تلوار سے اڑا دو۔ چاہے وہ جو بھی ہو"

(۲) مَنۡ اَتَاکُمۡ وَاَمۡرُکُمۡ جَمِیۡعٌ عَلٰی رَجُلٍ وَّاحِدٍ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّشُقَّ عَصَاکُمۡ اَوۡ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُ (ایضاً)

"جو شخص تمہارے پاس آئے اور تمہارا نظام کسی ایک آدمی پر جما ہوا ہو اور وہ چاہتا ہو کہ تمہارا ڈنڈا پھاڑ دے یا تمہاری جماعت کو ٹولیوں میں بانٹ دے تو تم لوگ اسے قتل کر دو"

(۳) مَنۡ بَایَعَ اِمَامًا فَاَعۡطَاهُ صَفۡقَةَ یَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلۡبِهٖ فَلۡیُطِعۡهُ اِنِ اسۡتَطَاعَ فَاِنۡ جَآءَ اٰخَرُ یُنَازِعُهٗ فَاضۡرِبُوۡا عُنُقَ الۡاٰخَرِ (ایضاً)

"جو شخص کسی حکمران سے بیعت کرے اسے اپنے ہاتھ کا صفقہ اور دل کا ثمرہ دے دے تو حسب استطاعت اس کی اطاعت کرے۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص آکر اس سے اقتدار کے لئے نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دو۔"

(۴) اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْهُمَا (ایضًا) "جب دو حکمرانوں کے لئے بیعت کی جائے تو اس میں دوسرے کو قتل کر دو۔"

اِن روایات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جب ایک بار ایک شخص کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور آجائے۔ تو پھر اس سے اقتدار چھیننے کے لئے نزاع کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں اگر وہ ایسے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے کہ اسے معزول کیا جانا ضروری ہے تو یہ ایک الگ اور استثنائی مسئلہ ہے اور اس کے لئے کسی الیکشن اور حزب اختلاف کی ضرورت نہیں بلکہ یہ شوریٰ کی ذمہ داری ہے۔

"حزبِ اختلاف" ایک تاریخی جائزہ

کتاب و سنت کے ان واضح ارشادات کے بعد ذرا اسلامی تاریخ کا بھی جائزہ لیں کہ یہاں پارٹیوں یا حزبِ اختلاف کا وجود تھا کہ نہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دس سالہ مدنی دور میں صرف ایک حزبِ اختلاف کا وجود ملتا ہے۔ یعنی عبداللہ بن ابی (راس المنافقین) اور اس کے رفقاء (منافقین) کی پارٹی۔ باقی سارے مسلمان مختلف قبائلی وحدتوں میں تقسیم ہونے کے باوجود باہم شیر و شکر تھے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انعقاد سے پہلے کے جس وقفے میں عالم اسلام کا کوئی سربراہ نہ تھا۔ اس وقفے میں سربراہی کے منصب کے لئے سرکردہ صحابہ کرام کے تین رجحانات ابھرے جس کی حیثیت اصحابِ شوریٰ کے تبادلۂ خیال سے زیادہ کی نہ تھی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے نہ کوئی الیکشن ہوا، نہ امیدواروں کے درمیان مقابلہ آرائی ہوئی نہ الیکشنی تگ و دو ہوئی۔ نہ رائے دہندگان کے ووٹ گنے گئے۔ بس اس معاملے کی شرعی اور معقول نوعیت سامنے آئی اور سب نے صاد کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کو اس سے اختلاف ہوا تو خود ان کے قبیلے نے ان کے بارے میں وہ روش اختیار کی کہ وہ ملکِ شام جا رہے۔ اور تاریخی روایات کے مطابق وہیں کسی مسلمان کے ہاتھوں اپنی اس روش کے نتیجے میں جاں بحق ہوئے۔ بعض آلِ ہاشم نے کچھ کھسر پھسر کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نہایت سخت دھمکی دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے [illegible] ے ملول ہو کر بیعت نہ کی تو رفتہ رفتہ ان سے لوگوں کے [illegible] ے پھر گئے اور بالآخر معذرت کے ساتھ بیعت کی۔ ان دونوں بزرگوں سے یہ نہ ہوا کہ لاؤ حزبِ اختلاف کی مسند سنبھال کر مسجد نبوی میں اپنی الگ کرسی لگا دیں۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کسی الیکشن بلکہ مشورے کے بغیر نامزدگی کے ذریعہ عمل میں آئی اور ان کے پورے دورِ خلافت میں کسی حزبِ اختلاف کا پتہ نہیں چلتا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا فیصلہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نامزد کمیٹی کے ذمہ تھا اور حکم تھا کہ چار افراد کسی ایک پر متفق نہ ہوں، اور باقی دو اختلاف کریں تو ان کی گردن مار دی جائے۔ اور تین تین میں بٹ جائیں تو عبداللہ بن عمر یا عبدالرحمٰن بن عوف کی تائید سے فیصلہ ہو اور با[illegible] نہ مانیں تو گردن مار دو اس کی اجازت نہیں تھی کہ انہیں حزبِ اختلاف کی مسند پر بٹھایا جائے۔

اس چھ رکنی کمیٹی کے فیصلے کی رُو سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے پورے دورِ خلافت میں صرف ایک حزبِ اختلاف کا پتہ چلتا ہے جس کی قیادت عبداللہ بن سبا کے ہاتھ میں تھی۔ اس حزبِ اختلاف کی حشر سامانیوں سے

خلیفہ وقت کی شہادت سمیت عالم اسلام پر جو کچھ بیتی میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص ہوش و حواس رکھتے ہوئے اپنے ملک میں اس کا اعادہ گوارا کر سکتا ہے۔

(۵) حضرت علی رض کا دورِ خلافت حزب اختلاف کی کثرت اور "برکت" سے مالا مال ہے۔ ایک تو حضرت عثمانؓ کے دورِ اخیر کی وہی حزب اختلاف جس کا دامن خونِ ناحق کے چھینٹوں سے داغدار ہی نہیں بلکہ تر بتر تھا۔ اب حضرت علی رض پر مسلط تھی۔ دوسرے امیر معاویہؓ اور اہلِ شام تھے جنہوں نے "بے اختیار خلیفہ" کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ کے خونِ ناحق کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے جو کسی بھی خلیفہ کا اوّلین شرعی فرض تھا اور جو اس وقت با اختیار طبقہ ہونے کی بنیادی نشانی بھی تھی تیسری طرف اُمّ المؤمنین، حواریِ رسولؐ اور اہلِ بصرہ تھے جو قصاص کے معاملے میں مداہنت پر بپھرے ہوئے تھے۔ ان اختلافات نے بصرہ اور صفین کے میدانوں میں جس "برکت" کی بارش برسائی اس کے نتیجے میں اُمّت کا جوہری فنا کے گھاٹ اُتر گیا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت ششدر تھی کہ حضرت علی رض جو بصرہ و شام کی اتنی بڑی افواج کو سبق سکھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ مقتولین کی تعداد پون لاکھ سے ایک لاکھ پہنچ جائے۔ ان کے یہ آہنی ہاتھ آخر قاتلوں کی صرف دو ہزار کی نفری کے مقابل شل کیوں ہیں؟ اور اس بنا پر وہ اس پورے فتنے سے دامن کش تھی۔

بعد از خرابیٔ بسیار اس آگ کو بجھانے کے لئے تحکیم کی منزل آئی تو ایک نئی حزب اختلاف نے جنم لیا۔ جس کی "برکت" سے سب سے پہلے نہروان کی زمین لالہ زار ہوئی اور جس نے صدیوں تک کلمہ گو مسلمانوں کے خون سے اپنی تلوار رنگین رکھی۔ اور بڈھوں اور عورتوں تک میں امتیاز گوارا نہ کیا۔ خود حضرت علی رض بھی اسی حزب اختلاف کا لقمہ بنے۔

(۶) حضرت معاویہؓ کے دور میں "حزب اختلاف" کا آتش دان ٹھنڈا رہا۔ اگرچہ تہ میں چنگاریاں موجود تھیں۔

(۷) یزید کے دور میں سب سے پہلے کوفہ نے "حزب اختلاف" کا رول ادا کیا، اور حضرت حسینؓ کی شخصیت کا سہارا لیا۔ لیکن معاملے کی پوری نوعیت پر نظر ڈالنے کے بعد حضرت حسینؓ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کے لئے دمشق کا رخ کیا تو کوفہ کی اسی حزب اختلاف کے لیڈروں نے منہ اندھیرے ان کا سر قلم کر کے عبداللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ایک اور "حزب اختلاف" نے مدینہ سے سر اٹھایا تو حرہ کا سنگین واقعہ پیش آیا اور حرمِ نبوی کی بے حرمتی ہوئی۔

ایک تیسرے حزب اختلاف نے مکہ میں قدم جمایا تو حرم کعبہ کی بے حرمتی تک نوبت پہنچی۔ اور اسی کے بعد سے رہ رہ کر "حزب اختلاف" کی برکت سے جو فتنے اُبلتے رہے۔ انہیں کہاں تک نامزد کریں۔ تاریخ کے صفحات میں انہیں دیکھا جا سکتا ہے اور اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں پارٹی یا پارٹیوں کی گنجائش کتنی ہے اور یہ اُمت مسلمہ کے لئے اپنے دامن میں کیسے کیسے ثمرات رکھتی ہے۔ واللہ الموفق (بشکریہ "محدث" اپریل ۱۹۸۴ء)

شیخ الحدیث مولانا ابو السلام محمد صدیق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ (سرگودھا)

مسئلہ مزارعت کی تحقیق، کتاب و سنّت کی روشنی میں

اسلامی نظریاتی کونسل میں آج کل مسئلہ مزارعت زیر بحث ہے۔ کونسل کی طرف سے حضرت مولانا ابوالسلام مفتی محمد صدیق صاحب سے اس مسئلے پر کتاب و سنت کی روشنی میں رائے طلب کی گئی تھی۔ نظریاتی کونسل کی فرمائش پر مولانا موصوف نے حسبِ ذیل مقالہ تحریر فرمایا ہے جو افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئین ہے (ادارہ)

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (سورہ واقعہ، آیت ۶۴، ۶۳)

"کیا پس دیکھا تم نے جو بوتے ہو، کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔"

ابتدائیہ

ہماری معیشت کے اسباب تین قسم کے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت، دیہاتی آبادی میں اسی فیصد لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو زمین کے مالک ہیں اور وہ خود کاشت کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اتنی وافر زمین ہے کہ پوری زمین کو زیرِ کاشت نہیں لا سکتے۔ زمین کا کچھ حصہ ان کے زیرِ کاشت ہے۔ باقی زمین مزارعت یا ٹھیکہ پر زمین لے کر کاشت کرتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے زیرِ بحث مسئلہ مزارعت ہے۔ یہ دو طرح سے موضوعِ بحث بن سکتا ہے۔ ایک پیداوار کی افزائش کے اعتبار سے اور دوسرے جائز اور ناجائز کی رُو سے۔

پہلے مسئلہ کا تعلق محکمہ زراعت سے ہے۔ دوسرے کا تعلق شریعتِ اسلامیہ سے ہے ــ سب سے پہلے ہم مزارعت کے جائز و ناجائز ہونے کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی صورتوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ انشاء اللہ

مزارعت کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

مزارعت باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ مادہ زرع ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ بونا اور بیج ڈالنا ہے۔ یہ باب اکثر شارکت کے لئے آتا ہے۔ اس کا معنیٰ مالک اور مزارع کا باہمی شرکت سے کاشت کرنا ہے۔ قاموس میں ہے کہ مزارعت اس عمل کا نام ہے جو زمین کی پیداوار کے بعض حصہ پر معاوضہ پر کیا جاتا ہے۔ عرفِ عام میں بھی اس عمل کو مزارعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انسانی ہمدردی کا تقاضا

انسانی ہمدردی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اس کی ضرورت سے زائد زمین ہے، تو وہ اپنے اس بھائی کو عطیہ کے طور پر دے دے جو حاجت مند ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ (بخاری جلد اول ص۳۱۵)

"بروایت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس زمین ہے وہ خود کاشت کرے یا اپنے

بھائی کو بطور عطیہ دے دے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنی زمین کو روک رکھے"

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ۔

(بخاری جلد اول ص ۳۱۵)

"حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ لوگ اپنی زمین کو تہائی، چوتھائی، نصف حصہ پر کاشت کے لئے دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس زمین ہے۔ وہ خود کاشت کرے یا اپنے کسی حاجت مند بھائی کو عطیہ دیدے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنی زمین کو اپنے پاس رکھے"

مذکورہ احادیث سے جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ضرورت سے زائد زمین کو بٹائی پر دینے کی بجائے کسی حاجت مند مسلمان بھائی کو عطیہ دے دے تو یہ ایک قابل قدر مستحسن اقدام ہے جو انسانی ہمدردی پر مبنی ہے مگر اس کا یہ مطلب لینا قطعاً درست نہیں کہ مزارعت ناجائز ہے۔

جوازِ مزارعت

اگر مزارعت مطلقاً ناجائز ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بٹائی پر زمین نہ دیتے اور صحابہؓ اور تابعینؒ اس پر عمل نہ کرتے۔ حدیث میں ہے۔

عملِ نبویؐ!

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کا معاملہ اس کی پیداوار، پھلوں یا غلہ کے نصف حصہ پر کیا"

امام بخاریؒ نے باب المزارعة بالشطر ونحوه کے ترجمہ میں جوازِ مزارعت کے بارہ میں آثار نقل فرمائے ہیں۔

فرماتے ہیں۔

مہاجرین کا عمل

قَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔

"قیس بن مسلم نے ابوجعفر الباقر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا مدینہ میں مہاجروں کا کوئی ایسا گھر نہیں تھا جو تہائی، چوتھائی پر کاشت نہ کرتا ہو"

وَ زَارَعَ عَلِيٌّ وسعد بن مالك وعبد الله بن مسعود رض، عمر بن عبد العزيز رح والقاسم وعروة و آل ابی بکر و آل عمر و آل علی و ابن سیرین۔

"حضرت علیؓ، سعد بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، قاسمؒ، عروہؒ، آلِ ابی بکرؓ، آلِ عمرؓ، آلِ علیؓ اور ابن سیرینؒ ان سب صحابہؓ اور تابعین سے مزارعت کا ثبوت ملتا ہے"

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ۔

"عبدالرحمن بن اسود نے بیان کیا کہ میں عبدالرحمن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں شریک کار رہتا"

ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق عبدالرحمٰن اسود مزارعت کے مسئلہ کو علقمہ اور اسود کے پاس لے گیا۔ اگر وہ ناجائز سمجھتے تو وہ مجھ کو منع کرتے۔

نسائی کی روایت میں ہے۔ عبدالرحمن بن اسود نے بیان کیا کہ میرے دو چچا تہائی اور چوتھائی پر مزارعت کرتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ شریک کار تھا۔ علقمہ اور اسود کو ہمارے اس عمل کا علم تھا۔ وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا عمل

عَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ

بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِہٖ فَلَهُ الشَّطْرُ وَ اِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا۔

"حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس شرط پر معاملہ کیا کہ اگر بیج عمرؓ کا ہوگا تو پیداوار کا وہ نصف حصہ لیں گے، بیج لوگوں کا ہوگا تو پھر پیداوار کا اتنا حصہ ہوگا۔"

ابن ابی شیبہ نے ابوخالد احمد کے واسطہ سے اس اثر کو موصول بیان کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل نجران یہود و نصاریٰ کو جلاوطن کر دیا اور ان کی خالی زمین اور انگوروں کے باغات خرید لئے، پھر وہ زمین لوگوں کو مزارعت کے لئے اس شرط پر دی کہ اگر بیل، ہل وغیرہ ان کا ہوگا تو پیداوار میں سے ان کا دو تہائی اور عمرؓ کا ایک حصہ ہے۔ اگر بیج عمرؓ اپنے پاس سے دیں گے تو پیداوار میں سے عمرؓ کا نصف حصہ ہے، کھجوروں کے متعلق اس شرط پر معاملہ کیا کہ لوگوں کے لئے پانچواں حصہ اور انگوروں میں سے تہائی لوگوں کا اور باقی عمرؓ کا۔

حسن بصری کا فتویٰ

وقال الحسن لا بأس ان تكون الارض لاحدهما فينفقان جميعا فما خرج فهو بينهما۔ "اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین ہر دو میں سے ایک کی ہو۔ اور خرچ دونوں ہی کریں پیداوار دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی۔"

امام زہری رحؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

امام بخاریؒ نے مذکورہ آثار کے ماسوا اور بھی آثار نقل کئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مزارعت جائز ہے سلف خصوصاً اہل مدینہ میں سے ایک بھی اس کا مخالف نہیں ہے۔

امام حازمیؒ کے نزدیک مذکورہ صحابہؓ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسرؓ، تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ۔ ابن ابی لیلیٰ، ابن شہاب اور اہل الرائے میں سے قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن، جن کا شمار امام ابو حنیفہؒ کے اکابر تلامذہ میں ہوتا ہے۔ وہ بھی مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا عمل

ابن ماجہ میں طاؤس کے واسطے سے مروی ہے۔ ان معاذ بن جبل اكرى الارض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ على الثلث والربع يعمل به الى يومك هذا۔[1] یعنی، "حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنی زمین عہد رسالتؐ، خلافت ابوبکرؓ، خلافت عمرؓ میں تہائی، چوتھائی پہ دی۔ حتیٰ کہ آج کے دن تک ان کا یہ عمل جاری رہا۔"

عدم جواز کی صورتیں

مذکورہ احادیث و آثار سے واضح ہوجاتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک مزارعت جائز ہے۔ البتہ اگر مزارعت میں درج ذیل چیزیں پائی جائیں کہ:

- اس میں اُجرت نامعلوم ہو۔
- یا وہ شرط غرور (دھوکے) کا باعث ہو۔

تو اس قسم کی مزارعت کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

پہلی صورت

مثلاً مالک اپنے لئے زمین میں سے کچھ حصہ مخصوص کرے کہ اس میں پیدا ہونے والی جنس میرے (مالک) لئے ہے۔ باقی زمین کی پیداوار مزارع کے لئے ہے۔ مزارعت کی یہ صورت اس لئے ناجائز ہے کہ مالک اور مزارع ہر دو میں سے ایک کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔

بخاری اور مسلم میں رافع بن خدیج سے روایت ہے۔

كنا اكثر الانصار حقلا فكنا نكرى الارض على ان لنا هذه ولهم هذه فربما اخرجت هذه ولم يخرج هذه فنهانا عن ذالك۔ کہ "ہم انصار زیادہ تر کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

[1] اس حدیث میں نکارت پائی جاتی ہے اس لئے کہ طاؤس نے حضرت عثمانؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ مگر دوسری احادیث اس کی مؤید ہیں۔

ہم زمین کو مزارعت کے لئے اس شرط پر دیتے کہ اس میں ایک معین حصہ زمین کی پیداوار ہمارے لئے، دوسرے زمین کے حصہ کی پیداوار ان (مزارعوں) کے لئے ہے۔ کبھی ایک حصہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی مزارعت سے روک دیا۔"

دوسری صورت

مزارعت کے ناجائز ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ نہر یا کھالے کے کناروں پر پیدا ہونے والی کھیتی یا زمین کے کچھ حصہ کی پیداوار اور بھوسہ وغیرہ میں سے کچھ حصہ کو مالک اپنے لئے مستثناء کرلے اور باقی پیداوار کو اپنے مزارع کے درمیان طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کرے۔ چنانچہ مسند احمد میں رافع بن خدیج سے مروی ہے:

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْمَزَارِعَ فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَاذِيَانَاتِ وَمَا يَسْقِی الرَّبِيْعُ وَشَیْءٍ مِّنَ التِّبْنِ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرْیَ الْمَزَارِعِ بِهٰذَا وَنَهٰى عَنْهَا (منتقیٰ)

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اپنی زمینوں کو مزارعت پر اس شرط کے ساتھ دیتے تھے کہ نہر کے کناروں اور کھالوں کے قریب سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار اور بھوسہ کا کچھ حصہ مالک زمین کے لئے مستثناء ہے۔ باقی پیداوار مالک اور مزارع کی مشترکہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کی اس صورت کو مکروہ جانتے ہوئے اس سے منع فرما دیا۔"

ان احادیث سے یہ بات بھی روشن ہو جاتی ہے کہ مالک اور مزارع کے مابین جو حصہ طے ہو چکا ہے اس سے زیادہ پیداوار لینے یا کسی قسم کی خدمت کروانے کا مالک (زمین) مجاز نہیں ہے۔

تیسری صورت

یہ ہے کہ جو زمین مزارعت پر دینے کے لئے تجویز ہوئی ہے اس کی پیداوار سے معین مقدار حصہ معاوضہ مقرر کیا جائے۔ اس صورت میں مزارع کو ضرر پہنچنے کا احتمال بدستور موجود ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

بعض ایسی روایات ملتی ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلق مزارعت منع ہے۔ چنانچہ منتقیٰ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْلِيَحْرُثْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ۔

"جو شخص زمین کا مالک ہے وہ خود کاشت کرے۔ یا پھر وہ کھیتی کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی کو عطیہ دے دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اپنی زمین کو اپنے پاس ہی روک رکھے۔"

عن ابن عمرؓ قال ماکنا نری بالمزارعة باْساً حتّٰی سمعنا رافع بن خدیج یقول نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہا۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ ہم مزارعت میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ ہم نے رافع بن خدیج سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔"

اس معنی کی اور بھی احادیث ہیں جن میں مزارعت سے مطلق منع کا ذکر آیا ہے۔ چونکہ مزارعت کے جواز پر کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے ائمہ حدیث نے ان احادیث کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ جن میں مزارعت سے کراہت اور ممانعت کا بیان ہے۔

امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے۔ ما یکرہ من الشروط فی المزارعة۔ یعنی "ان شرائط کا بیان جو مزارعت میں مکروہ ہیں"۔ اس باب سے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رافع بن خدیج کی وہ حدیث جس میں مزارعت کے مکروہ ہونے کا بیان ہے۔ اس سے وہ مزارعت مراد ہے جس میں جہالت ہو یا غرر (یعنی دھوکا) ہو (فتح الباری جلد ۵ صہ ۱۲)

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ نہی کی احادیث ایسی مزارعت پر محمول ہیں جس میں شرط فاسد ہے۔ یہ رافع کا قول ہے یا نہی تنزیہہ اور ارشاد کے لئے ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے کہا ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُحَرِّمِ الْمُزَارَعَۃَ وَلٰکِنْ اَمَرَ اَنْ یَّرْفُقَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔"

یا اس مناقشت کو ختم کرنے کے لئے تھی جو اس وقت مالک اور مزارع کے درمیان پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے۔ زید بن ثابت نے فرمایا:۔

یَغْفِرُ اللّٰہُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ اَنَا وَاللّٰہِ اَعْلَمُ بِالْحَدِیْثِ مِنْہُ اِنَّمَا جَاءَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَدِ اقْتَتَلَا فَقَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ کَانَ ھٰذَا شَاْنُکُمْ فَلَا تُکْرُوا الْمَزَارِعَ "اللہ تعالیٰ رافع بن خدیج کی لغزش کو معاف کرے۔ اس سے زیادہ مزارعت کی حدیث کو میں جانتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ انصار میں سے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان کا آپس میں تنازعہ ہو گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تمہاری یہی حالت ہے تو مزارعت کے لئے اراضی مت دو۔"

اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مزارعت کی ممانعت وقتی طور پر مناقشت کو ختم کرنے کے لئے تھی۔ مطلق مزارعت منع نہیں ہے۔

امیر یمانی نے سبل السلام میں کہا ہے کہ مزارعت کے جواز اور نہی کی احادیث میں بہترین تطبیق یہ ہے کہ شروع میں جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ان کو اپنی معیشت کے پیش نظر زمین کی اشد ضرورت تھی اور مدینہ میں زمینوں کے مالک انصار تھے۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا کہ وہ خود کاشت کریں، ورنہ اپنے مہاجر بھائیوں کو عطیہ دے دیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔

قَالَ کَانَ لِرِجَالٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فُضُوْلُ اَرْضِیْنَ۔ الحدیث۔ یعنی "انصار" کے پاس وافر اراضی تھی۔ جب مہاجرین کی ضرورت پوری ہو گئی تو پھر آپؐ نے مزارعت کو مباح قرار دے دیا۔

بہرحال مزارعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل تاحین حیات، پھر خلفاء راشدینؓ ان کے بعد ان کے اہل مہاجرین، ازواج مطہرات کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

عدم جواز کے قائلین

جن ائمہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے۔ حازمیؒ نے ان کا شمار کیا ہے۔ صحابہ میں ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ، رافع بن خدیجؓ، اُسید بن حضیرؓ اور ابوہریرہؓ کا نام لیا ہے۔ ان سے مروی احادیث کا مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ائمہ میں سے امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک بتایا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی مزارعت ناجائز ہے۔

قیاس کا تقاضا

امام بخاریؒ نے ابوجعفر کا جو قول نقل کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور خلفاء راشدینؓ کے عمل اور صحابہؓ کے اجماع سے مزارعت کے جواز کا نہایت واضح ثبوت ملتا ہے۔ اندریں حالات مزارعت کو ناجائز کہنا نامناسب ہے۔ جب کہ قیاس بھی مزارعت کے جواز کا متقاضی ہے۔ زمین ایسی شے ہے جو زراعت کے عمل ہی سے پیداوار دیتا ہے۔ پیداوار میں طے شدہ حصہ لے کر زراعت کے کام کو سرانجام دینا اسی طرح جائز ہے جس طرح مضاربت کے لئے مال دے کر نفع میں شریک ہونا اور مساقات کے لئے پھلوں میں طے شدہ حصہ لینا جائز ہے۔

(باقی)

درس قرآن و حدیث

مولانا عبدالنور راغب سلفی - بمبئی

نظرِ رحمت سے محروم افراد

آج کی دنیا میں خوش نصیبی اور بد نصیبی کا معیار مال کی قلت و کثرت، جاہ و منصب کا اعزاز و محرومی سرکاری عہدے اور حرام و حلال ذرائع سے دولت کی ریل پیل یا اس سے محرومی کو سمجھا جاتا ہے۔ اسی معیار پر لوگوں کو پرکھا اور ناپا جاتا ہے۔ اور اسی بنیاد پر کسی کو عزت کا تاج پہنایا جاتا ہے اور کسی کو ٹھوکروں سے ٹھکرایا جاتا ہے۔

لیکن اس دنیائے انسانیت کا سب سے حسین و عظیم اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ و متمدن مذہب اسلام کچھ اور ہی کہتا ہے۔ اس کا معیار بہت ہی بلند اور اس کے قوانین سب کے لئے یکساں ہیں۔ اس کے اصول ایسے ہیں کہ ایک معمولی سے معمولی آدمی بھی اپنے آپ کو خوش نصیب بنا سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا آدمی بھی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہو کر اپنے آپ کو بدنصیبی کے گڑھے میں گرا سکتا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں سرکاری عہدوں، جاہ و مناصب اور دولت کی ریل پیل کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اسلام کی نگاہ میں جو چیزیں ایک انسان کو خوش نصیب بنا سکتی ہیں، وہ ہیں خدائے واحد پر مکمل ایمان، آخری نبی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کامل یقین۔ اسلام کے فرائض و واجبات کی ادائیگی، دعوتِ اسلام کے لئے قربانیاں، حُسنِ عمل، حسنِ کردار، حُسنِ اخلاق، حسنِ معاملات، منہیاتِ الٰہی سے پرہیز، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو ایک انسان کو دنیاوی زندگی میں سرخرو اور آخرت میں بھی فلاح یاب کر سکتی ہیں۔

اسلام کا سب سے اہم اصول آخرت کا تصور ہے۔ اسلام کی نگاہ میں سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جو اللہ کی نگاہ میں معزز ہو۔ آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ جائے۔ میدانِ محشر کے عذابوں اور دوزخ کی سزاؤں سے نجات پا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر کلام کرے۔ اور اپنی نظرِ رحمت سے اسے دیکھے۔ اور اپنے معزز مہمان خانہ جنت الفردوس کی بلند منازل میں اس کو جگہ دے۔

اور اسلام کی نگاہ میں سب سے بڑا بدنصیب اور بدقسمت وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ذلیل ہو۔ جس سے اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے۔ جس کی طرف نظرِ رحمت سے بھی نہ دیکھے۔ جو اللہ کی رحمتوں سے محروم ہو کر اس کے عذابوں میں گرفتار ہو۔

ایسے بدنصیب کون لوگ ہیں۔ اور کون کون سے ان کے اعمال ہیں۔ اس کا مختصر سا تذکرہ ہم قرآنِ حکیم اور فرامین رسول کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ کہیں آپ کا شمار انہی میں نہ ہو۔ اور اگر یہ کوتاہیاں ہم سے ہوتی رہی ہیں تو فوراً توبہ کر کے ان کی اصلاح کر لیں اور اپنی بدنصیبی کو خوش نصیبی میں بدل لیں۔

۱۔ حق بات چھپانے والا عالم

اس سلسلے میں سب سے بڑا بدنصیب وہ عالم ہے۔ جو علمِ حق، علمِ دین جانتا ہو۔ اور اپنے مفادات و اقتدار کی خاطر حق کو بیان نہ کرے۔ چھپائے بیٹھا رہے اور پوچھنے کے باوجود صحیح جواب نہ دے۔ تاویل کر کے ٹال دے یا لاعلمی کا اظہار کرے یا صحیح اور سچی بات کو غلط اور جھوٹی ثابت کرے۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، نبیوں کی لعنت حتیٰ کہ تمام مخلوقات کی لعنت ہوتی ہے ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات بھی نہ کرے گا۔ نہ ان کو نظرِ رحمت سے دیکھے گا بلکہ ایسے لوگوں کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔ آگ کی قینچیوں سے ان کے ہونٹ کاٹے جائیں گے۔ ان کی پیٹ کی انتڑیاں باہر نکال کر پھینک دی جائیں گی اور یہ کولہو کے بیل کی طرح ان انتڑیوں کو گھسیٹے چکر کھاتے پھریں گے۔

قرآن حکیم اٹھا کر دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۹ ـــــ میں انہی لوگوں کا تذکرہ فرما رہا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ۔ " جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں۔ ان لوگوں پر خدا کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے "۔

اسی طرح اسی سورۂ بقرہ کی آیات ۱۷۴ تا ۱۷۶ میں انہی لوگوں کو وعید سنائی جا رہی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

" جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں تھوڑی تھوڑی دولت حاصل کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو دراصل اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بات بھی نہ کرے گا۔ نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان لوگوں کو بڑے دردناک عذاب ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لیا ہے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں اور عذاب کو مغفرت کے بدلے میں۔ تعجب ہے کہ یہ دوزخ میں جانے کے لئے کتنے دلیر ہیں۔ آخر تک "

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں زبردست دھمکی ہے۔ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی باتیں اور شرعی مسائل چھپا لیا کرتے ہیں۔ اہل کتاب نے نعت نبی کو چھپا لیا تھا۔ جس پر ارشاد ہوتا ہے کہ حق کے چھپانے والے ملعون لوگ ہیں جس طرح اس عالم کے لئے جو لوگوں میں خدا کی باتیں پھیلائے ہر چیز استغفار کرتی ہے۔ یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں اور ہوا کے پرندے بھی اسی طرح ان لوگوں پر جو حق بات کو جانتے ہوئے گونگے اور بہرے بن جاتے ہیں۔ ہر چیز لعنت بھیجتی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس شخص سے کسی شرعی امر کی نسبت سوال کیا جائے اور وہ اسے چھپالے۔ اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا (ابن کثیر تفسیر آیت ۱۵۹ تا ۱۶۲) (باقی)

بقیہ • اداریہ

۳۔ "اہل سنت کے لئے علیحدہ اوقاف اور علمائے اہلسنت پر مشتمل بااختیار اوقاف بورڈ قائم کیا جائے"

قبر پرست فرقے کا یہ مطالبہ بجا ہے۔ ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور دیوبندی دوستوں سے بھی گذارش کریں گے کہ یہ اوقاف جو زیادہ تر غیر اللہ کی نذر نیاز سے چل رہا ہے۔ انہی کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ قبروں کے یہ چڑھاوے خود فقہ حنفی کی رو سے بھی حرام اور باطل ہیں، جیسا کہ اس سے قبل ہم نے فقہ حنفی کے حوالوں کی روشنی میں ہی وضاحت سے اس موضوع پر ایک مستقل اداریہ تحریر کیا تھا، جسے آئندہ اشاعت میں ہم دوبارہ حکومت کے ملاحظہ کے لئے انشاءاللہ شائع کریں گے۔

ان کے بعد کی قراردادیں محض خانہ پری کے لئے تھیں جن پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اخباری رپورٹوں کے مطابق جب صدر کانفرنس مولانا محمود احمد رضوی نے اپنا جھنڈا لہرایا تو اظہار مسرت کے طور پر ہوائی فائرنگ کی گئی۔ اور مولانا عبدالستار نیازی صاحب کے آنے پر ہوا میں غبارے چھوڑے گئے نیز سُنی فورس کے دو سو نوجوان نے لٹھ اٹھا رکھے تھے۔ ـــــ !!

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی جماعت کے "یک نقاطی فارمولے" کی تین شقیں ہیں جو ان کے درپردہ عزائم کا پتہ دیتی ہیں۔

ع رنگ مے بیروں نشست ازبسکہ مینا تنگ بود

مفتی سیاح الدین کاکاخیل کا ماہنامہ "اذان" برمنگھم کو انٹرویو

(قسط ۲ آخری)

اسلامی نظریاتی کونسل کی کہانی، ایک فاضل رکن کی زبانی

سوال: کیا آپ زکوٰۃ اور عشر کے بارے میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے۔ کیونکہ زکوٰۃ و عشر کا موجودہ قانون ملکی ہونے کے باوجود پوری قوم پر نافذ نہیں اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد نہیں ہوئے۔

جواب: زکوٰۃ۔ عشر اور سود کے ہمارے مسودوں میں زیادہ جامعیت تھی۔ ہم نے زکوٰۃ اور عشر کا پورا ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ ہماری تجویز یہ تھی کہ ادارہ قائم کیا جائے جس میں صرف زکوٰۃ نہیں بلکہ عطیات عشر اور دفاعی ٹیکس وغیرہ سب اکٹھے ہوں۔ اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہ ہو۔ اس طرح کوئی جھگڑا نہ ہوتا۔ اب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہماری یہ تجویز مان لی جاتی تو شیعہ مسلک کا مسئلہ بالکل پیدا نہ ہوتا۔ مگر جناب غلام اسحاق خاں نے کہا کہ ہم غیر مسلموں کو دیں گے، ان سے لیں گے نہیں۔ اس طرح انہوں نے غیر مسلموں والا معاملہ نکال کر صرف زکوٰۃ اور عشر کا رہنے دیا۔ پھر ہم نے اس مسودہ میں فیکٹریوں، کارخانوں اور تاجروں وغیرہ سب کو شامل کیا تھا۔ لیکن حکومت نے کہا کہ ہمارے لئے ان کی تشکیل بڑی مشکل ہوگی۔ ان سب مفید تجاویز کو نکال کر صرف بینکوں میں سیونگ اکاؤنٹ پر زکوٰۃ نافذ کی۔ اس مسودہ کی تیاری میں مفتی جعفر حسین مرحوم بھی شریک تھے۔ پھر معلوم نہیں کن وجوہات کی بنا پر شیعہ حضرات نے زکوٰۃ کے سلسلے میں ہنگامہ کرنے کی کوشش کی جسے بعد میں اخبارات، ریڈیو۔ ٹی وی والوں نے مل کر فقہ جعفریہ کا رنگ دے دیا۔ پھر ان کی چابکدستی دیکھئے کہ ہمارے مسودے تو وہاں پڑے رہتے ہیں، کوئی توجہ نہیں دیتا۔ مگر نصرت صاحب جو اس وقت سیکرٹری وزارتِ قانون تھے۔ آج کل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے اسلام آباد کے ہنگامے کے فوراً بعد ہمیں لکھا کہ فقہ جعفریہ کا فیصلہ ہوگیا ہے۔ آپ اپنے مسودوں میں ترمیم کریں۔ اسی صورتِ حال کی بناء پر میں نے صدر صاحب کو استعفیٰ بھیج دیا۔ حقیقت میں آپ دیکھیں تو زکوٰۃ اب بالکل محدود ہوگئی ہے۔ صرف بینکوں سے ۲½ فی صد کاٹی جاتی ہے۔ اور سال بعد ہی تقسیم کی جاتی ہے۔ اسی دوران کوئی شیعہ بنتا ہے اور کوئی کچھ۔ لوگ زکوٰۃ کی کٹوتی ہونے سے پہلے ہی رقم بنکوں سے نکال لیتے ہیں کہ چلو ایک ماہ کا سود نہ سہی مگر زکوٰۃ بھی نہ کٹنے جائے گی۔ عشر جسے زکوٰۃ کے ساتھ نافذ ہونا چاہیئے تھا تین سال تک عشر کے نفاذ کو کسی نہ کسی بہانے ٹالتے رہے۔ پھر ان کا مطالبہ تھا کہ ۱۰۰ من کی بجائے ۵۰ من میں سے عشر کی ادائیگی کی جائے۔ اور پھر یہ بھی یقین نہیں تھا کہ ۱۰۰ من ہوگی تو کتنا تھیں گے بڑے لوگوں نے بڑی کوششیں کیں کہ عشر کا نفاذ نہ ہو۔ کسی نے کہا کہ جاگیردار ناراض ہوجائیں گے۔ اور اسی طرح انتخابات پر اثر پڑے گا کسی نے کہا زمین خراب ہے اور پھر مالیہ لیا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اب بھی وہی لوگ عشر دیں گے جو پہلے دیتے تھے۔ جاگیرداروں نے تو کسی نہ کسی بہانے بچا لینا ہے۔ علماء کانفرنس جس میں تمام فرقوں کے علماء شریک تھے شیعوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔ اب کئی جھوٹ لکھتے ہیں کہ میں شیعہ ہوں اُس وقت یہ کہا گیا تھا کہ اگر کوئی غلط لکھے گا تو اسے سزا دی جائے گی مگر قانون بناتے وقت یہ بات نکال

دی گئی۔

سوال: قانوناً اور عملاً نظریہ کونسل کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ صدر صاحب کے علاوہ اسلام آباد والوں کو ہمارا وجود گوارا نہیں۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب حق گو ہیں اور بات کھری کرتے ہیں جو کبھی کبھی انہیں ناگوار گزرتی ہے اور ہمارا کام مشورہ دینا ہے پھر ان مشوروں پر وہ لوگ کام کرتے ہیں جن کو اسلام سے کوئی رغبت اور صحیح واقفیت نہیں۔

سوال: تو کیا یہ حق تلفی نہیں؟

جواب: حق تلفی تو ہے مگر کیا کیا جائے جب دستور میں یہی ہے جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے اس حیثیت کے سلسلہ میں خوب باتیں کی ہیں۔ مگر وہاں کون سنتا ہے۔ غلام اسحاق خاں صاحب وزیر خزانہ پاکستان تو بس حافظ کا یہ شعر سنا دیتے ہیں ؎

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

کہ آپ کا تو بس یہی کام ہے کہ مشورہ دیں اس پر ہم آپ کے مشکور رہیں۔ باقی حالات کو دیکھ کر خود سوچیں گے اگر ہمارے من میں آیا تو کریں گے ورنہ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ آپ ہمیں مجبور نہیں کر سکتے۔

سوال: بقول آپ کے کونسل نے اسلامی نظام کے لئے کافی کام کیا ہے جو کہ ابھی تک حکومتی بھول بھلیوں کا شکار ہے۔ اگر جنرل صاحب خلوصِ دل سے اسلام لانا چاہتے ہیں یا تھے تو پھر انہوں نے نظریاتی کونسل کو مؤثر کیوں نہ بنایا؟

جواب: چونکہ یہ معاملہ دستوری ہے اور پھر ۱۹۷۳ء کا دستور ابھی تک معطل ہے۔ عبوری آئین پر عمل ہو رہا ہے حکومت دراصل ان کی نہیں بلکہ فوج کی ہے جس میں انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی فیصلے ہوتے ہیں۔ وہ اکیلے کچھ نہیں کر سکتے بلکہ انہیں اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ عوام میں سے اچھے آدمی مل جائیں اور اس کام کو آگے بڑھائیں۔

سوال: اچھا تو بتائیے کہ اچھے آدمی کے آنے کی کیا صورت ہوگی۔ آخر آپ نے مشورہ دیا ہوگا؟

جواب: ہم نے تو مشورہ دیا تھا کہ اچھے اس طرح منتخب ہو سکتے ہیں کہ انتخابات میں ایسی شرائط رکھی جائیں امیدوار اور ووٹر کے لئے بھی کچھ معیار ہو۔ اس طرح نیک لوگ انتخابات میں حصہ لیں گے اور منتخب ہوں گے۔

سوال: شرعی عدالتوں کا قیام بھی کیا آپ کی ہی تجویز تھی اور کیا آپ ان کی کارگردگی سے مطمئن ہیں؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ گذشتہ میں جناب خالد اسحاق صاحب کی تجویز پر ہم نے یہ طے کیا کہ ہر ہائی کورٹ کے جج کو اختیار دیا جائے کہ وہ غیر شرعی قانون کے خلاف درخواست کی سماعت کر سکے۔ اس وقت جناب بروہی صاحب وزیر مذہبی امور تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس سے اچھی تجویز سوچی ہے۔ وہی کروں گا۔ تقریباً آٹھ ماہ بعد انہوں نے شریعت کمیشن کے نام سے ایک مسودہ بنایا۔ اس میں یہ تھا کہ ہائی کورٹ میں ہر شخص دعویٰ دائر کر سکتا تھا۔ اس میں صرف وکلاء ہی پیش ہوں گے۔ علماء کو پیش ہونے کی اجازت نہیں۔ جج کا حلف یہ تھا کہ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں قرآن وحدیث کی تعبیر اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق کروں گا اور کسی کی رائے اور تشریح کا پابند نہیں ہوں گا۔ گویا وہ ہر ایک کی بات سے مستغنی ہوگا۔ اس میں عائلی قوانین، قوانین مالیات اور دیوانی سب مستثنیٰ تھے۔ ہم نے اس مسودہ کو بہتر اور صحیح بنانے کی کوشش کی۔ پھر جب کابینہ میں یہ بات آئی تو انہوں نے شریعت کمیشن والی بات ختم کر دی۔ اور یہ بات رہنے دی کہ ہر ہائی کورٹ کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ جو قانون خلافِ اسلام ہو اس پر نظر ثانی کی جائے۔ ساتھ حدود کا نفاذ ہوا اور ان کی اپیل کا حق بھی ہائی کورٹ کو دے دیا گیا مگر سال گذر گیا کوئی مقدمہ نہ آیا۔ اگر حدود کے مقدمے گئے بھی تو

وہ بھی پڑ گئے رہے ان کا فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا تو صدر صاحب نے کہا کہ میں اس کے لئے وفاقی شرعی عدالت قائم کر دیتا ہوں، جس کا کام وہی ہوگا۔ جسٹس صلاح الدین صاحب چیئرمین اور آفتاب حسین صاحب آغا صدر صاحب، ذکاء اللہ لودھی صاحب اور درّانی صاحب اس شرعی عدالت کے ممبر تھے۔ علماء ممبر نہ تھے۔ پرویز صاحب نے اپنے آدمیوں سے رجم کے خلاف مقدمہ دائر کرایا کہ رجم غیر شرعی ہے۔ اُنہوں نے اپنے مؤقف کو مضبوط بنانے کے لئے لوگوں سے بیان بھی دلوائے۔ شرعی عدالت نے کثرت رائے سے رجم کو غیر قانونی قرار دے دیا اس پر پورے ملک کے علماء کرام نے آواز اٹھائی اور (۴۵) علماء کرام کا وفد صدر صاحب سے ملا۔ جس پر صدر صاحب نے شرعی عدالت کو نئے سرے سے تشکیل دینے کا فیصلہ کیا۔ جس میں تین علماء کو شامل کیا گیا مولانا تقی صاحب۔ پیر کرم شاہ صاحب اور ملک غلام علی صاحب۔ ان کے علاوہ چودھری صدیق صاحب، آفتاب صاحب اور نور الحق صاحب پر مشتمل شرعی عدالت کی تشکیل نو کی گئی۔ انہوں نے رجم کے گذشتہ فیصلے پر نظر ثانی کر کے رجم کو شرعی قرار دے کر فیصلہ تبدیل کر دیا۔ زیادہ تر مقدمے رجم کے ہیں۔ لیکن رجم کی سزا ابھی تک نہیں دی گئی۔ کیونکہ اس کے لئے شرائط بڑی کڑی ہیں۔ اور پھر اس میں شرعی طور پر کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ یا پھر گواہی صحیح نہیں ہوتی تو سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ پھر صدر صاحب نے قانون کی نظر ثانی اور اس میں ترمیم کا کام بھی ان کے سپرد کر دیا اور جو کام ہم کر رہے ہیں کچھ اس میں سے ان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح کام ہو رہا ہے۔

سوال ۔ آپ نے شرعی عدالت کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔ اب بتائیے قاضی کورٹس کے بارے میں جس کی بناء پر حکومت کا دعویٰ ہے کہ ہم عوام کو جلد سستا انصاف مہیا کرنا چاہتے ہیں۔

جواب :۔ قاضی کورٹس کا ابتدائی مسودہ خود وزارت قانون نے تیار کیا تھا جسے ہمارے پاس بھیجا گیا۔ جب ہم نے اس مسودہ پہ غور کرنا شروع کیا تو وزارت قانون سے وضاحت چاہی کہ جب یہ علماء قاضی بنیں گے تو کیا وہ فقہی کتابوں سے فیصلے دیں گے یا وہی قانون چلائیں گے تو وزارت قانون کا جواب تھا کہ وہی قانون چلائیں گے اس پر ہم نے رائے دی کہ علماء کو نہ لیا جائے اور اگر لیا جائے تو انہیں شرعی طور پر فیصلے کرنے کا اختیار دیا جائے۔ ان چند وجوہات کی بناء پر ہم نے وہ مسودہ بنایا۔ واقعتاً اس میں جو تصریحات دی تھیں۔ ان کی وجہ سے انصاف جلد مل سکتا تھا اور انہوں نے علماء کرام کو رکھا تھا۔ گویا قانون دان بھی اور علماء بھی میرے خیال میں اگر وہ مسودہ تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ رائج ہو جاتا تو اچھا تھا مگر اسے مجلس شوریٰ میں پیش کیا گیا۔ شوریٰ والوں نے کمیٹی بنائی تو کمیٹی والوں نے کام کی ساری باتیں نکال دیں۔ اب وہ قاضی ایکٹ نہیں بلکہ بیکار ایکٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ بہر حال اصل چیز قانون نہیں بلکہ افراد پر منحصر ہے۔ چلانے والے صحیح ہوں تو فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔

سوال :۔ لیکن جناب مفتی صاحب صحیح لوگ کہاں سے آئیں گے۔

جواب :۔ بس یہی تو مشکل ہے ہم نے نظر ثانی کے دوران تعزیراتِ پاکستان دیکھیں تو اس میں بھی بہت ساری مفید دفعات ہیں۔ اگر ان پر خلوصِ نیت سے عمل کرایا اور کیا جائے گا تو امن وامان ہو سکتا ہے۔ بہت سی برائیاں دُور ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اس میں رشوت کے لئے اچھی خاصی سزا بھی ہیں جو ثابت ہونے کے باوجود رشوت اور سفارش کی بناء پر سزا نہیں دی جاتی۔

سوال :۔ جناب معاملہ اور ہے اس معاشرہ میں اچھے لوگوں کی کمی نہیں، انہیں اُبھرنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

جواب :۔ اس کے لئے ملازمت کے قواعد وضوابط بدلنے پڑیں گے۔ موجودہ ملازمین کو نکالنے اور بھرتی کے

سب قوانین تبدیل کرنے پڑیں گے۔ اگر محکمہ میں کوئی بُرا ہو تو اُسے نکالتے نہیں بلکہ اسے تبدیل کر دیتے ہیں یا معطل، کچھ عرصہ بعد وہ سفارش اور رشوت دے کر بحال ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کی ہمت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اصل میں یہاں اہلیت اور کردار کو کوئی فوقیت نہیں دی جاتی بلکہ تعلق سفارش سے، نوازشات اور چرب زبانی کا بڑا عمل دخل ہے اور یہی ہماری بدقسمتی ہے کہ اہل لوگوں کو نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر لے بھی لیا جائے تو انہیں غیر مؤثر بنا کر رکھا جاتا ہے۔

سوال:۔ جناب مفتی صاحب آپ کی گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کی مجموعی صورتِ حال غیر تسلی بخش ہے مگر اس کی اصلاح تو ہونی چاہیئے۔

جواب:۔ ہمارا نظریہ بھی یہی ہے، دینی اور ملکی لحاظ سے قوم کی اصلاح ہو اور ترقی کی جانب گامزن ہو۔ اصلاح کے دونوں کام ساتھ ساتھ چلیں گے تب کامیابی ہوگی۔ انفرادی، اجتماعی خوفِ خدا بھی ہو۔ قومی شعور بھی اُبھرے۔ بُرے اور بھلے میں تمیز بھی ہو تو اس کے بعد قوانین کے نفاذ میں آسانی ہوگی۔ اسی طرح محکمہ تعلیم اور ذرائع ابلاغ میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ان محکموں میں ایسے افراد کو لایا جائے جو خود دینی اور قومی شعور رکھتے ہوں۔ آخر نئے نظام میں توڑ پھوڑ تو ہوتی ہی ہے۔ لوگوں کا ذہن تیار کیا جائے تو پھر آگے معاملات میں آسانی ہو گی۔ بہر حال ہر عمل کا آغاز قول سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں یقیناً ابتدا ہونی چاہیئے۔

سوال:۔ اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے کہ ملازمین کے ریفریشر کورس ہوں جن میں انہیں اسلام کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دی جائے اور تیار کیا جائے۔

جواب۔ وہ تو ہو رہا ہے۔ صدر صاحب کے آنے کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اسلامی یونیورسٹی میں افسرانِ چند ماہ کے لئے کورس کرتے ہیں لیکن کورس کرانے والے اور منتظمین جب خود ہی اس نظریہ کے قائل اور عملی نمونہ نہ ہوں تو ان پر اثر کیسے ہو گا۔ وہ تو کسی عالم کو آنے نہیں دیتے۔ میرے خیال میں انگریزی زبان بھی ہماری ترقی اور اصلاح میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ کچھ لوگوں نے اسلامی یونیورسٹی میں وقت کے مطابق اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ مگر وہ نجی محفلوں میں اور اپنے کردار سے اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

سوال:۔ آپ نے ابتداء میں یہ بات فرمائی کہ کونسل نے نظامِ تعلیم کے متعلق بھی ایک رپورٹ مرتب کی ہے۔ اس کا حشر تو مجھے معلوم نہیں البتہ واہ کینٹ سر سید کالج اور سکول (انگلش میڈیم) کے نصاب میں شامل انگلش کتاب میں نے دیکھی ہے جس میں اسلام کم اور عیسائیت زیادہ نظر آتی ہے۔ آخر اسلامی نظام کے نافذ کرنے والوں کے دَور میں ایسا کیوں؟

جواب۔ ہم نے جامع رپورٹ مرتب کر کے حکومت کو بھیجدی۔ بہر حال اس پر عملدر آمد ساری قوم کے سامنے ہے۔ البتہ کتابوں کی نظرِ ثانی کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی کہ جہاں جہاں مضامین کی تبدیلی کی ضرورت ہو تبدیل کئے جائیں۔ نظامِ تعلیم کو نئے سرے سے ترتیب دیا جائے اور لادین اساتذہ کی جگہ دینی اور قومی سوچ رکھنے والے اساتذہ کا تعین کیا جائے۔ رہا معاملہ نصاب کا تو کچھ ایسا ہوا ہے۔ ۲۶ جنوری کو اسلامی ایجوکیشن کے موضوع پر صدر صاحب نے اجلاس بلایا۔ اُس اجلاس میں وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق صاحب نے بھی کسی کتاب کی شکایت کی کہ اس میں یہ چیز ہے لیکن وزیر تعلیم محمد افضل صاحب نے کہا کہ یہ کتاب ایسے ہی کسی لائبریری میں ہو گی یہ کسی نصاب میں شامل نہیں۔

سوال:۔ ایک اور بات اس ضمن میں آتی ہے کہ جو تعلیمی ڈھانچہ آزادی سے پہلے تھا اب بھی وہی قائم ہے یوم آزادی کے بعد بھی ہم نے اپنی قوم کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ایک حصہ افسر شاہی، سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ اپنے بچوں کو آج بھی ان سکولوں میں تعلیم دیتے ہیں جہاں آزادی سے پہلے شہزادے اور انگریزوں کے بچے پڑھتے تھے۔ ۹۰ فی صد پاکستانی کم معیاری درس گاہوں میں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح مقابلے

کے امتحانات اعلیٰ عہدوں اور ترقی کے لئے صرف مٹھی بھر لوگوں کو فوقیت حاصل ہے۔ آخر اسلام کے نام لیواؤں نے اس اہم مسئلہ پر توجہ کیوں نہیں دی تاکہ یکسانیت پیدا ہو۔

جواب:۔ یہ بھی ہم نے کہا تھا کہ درجات نہیں ہونے چاہییں لیکن اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنے وسائل ہوں تو عوام کو بھی اسی سطح تک لے آئیں مگر ہمارے پاس وہ وسائل نہیں اسی بنا پر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم نے کہا مساوات کے لئے اوپر والوں کو کچھ نیچے اور نیچے والوں کو کچھ اوپر لے جائیں تو دونوں لیول میں آجائیں گے۔ لیکن وہ نہ مانے۔ پس پردہ بات وہی ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں کہ ایک خاص طبقہ ہم پر ہمیشہ حکمرانی کرنا چاہتا ہے یہ انگریزی زبان کو سرکاری زبان قائم رکھنا بھی ساری قوم کی حق تلفی ہے۔ اور ایک خاص طبقے کا تسلط برقرار رکھنا مقصود ہے انگریزی کسی شخص کا کمال نہیں۔ مجھے بار بار مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کی یہ بات یاد آتی ہے جو انہوں نے لیاقت علی خاں سے کو کہی تھی کہ یہ انگریزی زبان تمہاری تمام حماقتوں اور جہالتوں کا پردہ ہے۔ اس پردے کو بیچ سے ہٹا دو پھر ہم سے بات کرو۔ تو پتہ چلے گا کہ تم کیا جانتے ہو؟ ہمیں اس کا بڑا احساس ہے۔ نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں ایک تقریب میں جناب محمد صلاح الدین ایڈیٹر جسارت نے تعلیم پر بات کی اور کہا کہ تعلیم میں تین درجے ہیں۔ ایک تو نیچے کا ہے، جو دو روپے فیس دے سکے، ایک اس کے اوپر جو ٹیوشن ۵۰۔ ۶۰ روپے دے سکے اور اس سے اوپر جو ۱۰۰، ۵۰۰ روپے دے سکے۔ انہوں نے بڑے واضح انداز میں اس ظلم و زیادتی کی نشاندہی کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انگریز کو نکالنے میں ہمیں جتنا عرصہ لگا ہے انگریزی زبان کو نکالنے میں اس سے دوگنا عرصہ درکار ہو گا دیکھیں اب ع

جانے کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

سوال:۔ کچھ اسلامی یونیورسٹی کے بارے میں؟

جواب:۔ اسلامی یونیورسٹی کا قیام بڑا اچھا قدم ہے مگر ابھی تک اس سلسلہ میں بہت کچھ کرنا ہے۔ وائس چانسلر صاحب کچھ اچھے لوگ بھی لائے ہیں۔ وہاں مخلوط تعلیم اور لڑکیوں کا ہونا بہر حال مضر ہے۔ لڑکیوں کو بالکل الگ کر دیا جائے، تو بہتر ہے۔ جب کرکٹ پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو سکتا ہے تو لڑکیوں کے لئے نئی الگ یونیورسٹی کیوں نہیں بن سکتی۔ ڈگریاں نہ ہونے کی بناء پر علماء اس یونیورسٹی کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتے جو کہ کسی لحاظ سے بھی بہتر نہیں۔ اچھے علماء کو رکھا جائے تو طالب علم دین سیکھیں گے۔ اگر عالم (استاد) ٹھیک ہوں، وضع، قطع اور کردار درست ہو تو طالب علم ضرور اثر لیتے ہیں۔ میں نے صدر صاحب سے کہا تھا کہ کوئی شخص بڑی سے بڑی ڈگریاں کیوں نہ لے کر آئے۔ اگر وہ دیندار نہیں تو وہ از خود دین کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

سوال:۔ آخر قوم کی توقعات بھی تو آپ کے ساتھ ہیں۔

جواب:۔ نہیں بھائی مجھے قوم سے بھی شکایت ہے کہ یہ مطالبہ تو ساری قوم کرتی ہے کہ انتخابات جلد کراؤ مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ کونسل کی سفارشات پر عمل کیوں نہیں ہو رہا۔ اور عمل کرو۔ اگرچہ چند لوگوں نے بات کہی بھی ہے تو کسی عالم نے یہ بات نہیں کی اور نہ ہی قوم نے اس کو اپنا مطالبہ بنایا ہے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ کونسل کی طرف سے جو سفارشات آئی ہیں وہ کیا ہیں۔؟ اور ان پر اب تک عملدرآمد کیوں نہیں ہوا۔ ہماری تو شکایت یہی ہے کہ ہمارے مطالبے اور سفارشات اس لئے نہیں مانے جاتے کہ ہمارے پیچھے عوام نہیں ہیں۔ (بشکریہ "ایشیا" لاہور)

اطلاعات و اعلانات

تبلیغی کانفرنسیں

(۱) ۴-۵ مئی ۱۹۸۴ء بروز جمعہ، ہفتہ عام خاص باغ دولت گیٹ ملتان کے سبزہ زار میں منعقد ہو رہی ہے۔ صدارت الحاج میاں فضل حق صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان فرمائیں گے (مولانا حاجی کریم بخش انصاری ناظم اعلیٰ)

(۲) "الجامعۃ الاثریہ" اثر آباد پشاور کے زیر اہتمام پانچویں سالانہ دو روزہ تعلیمی و تبلیغی صوبہ سرحد اہل حدیث کانفرنس ۲-۳ مئی ۱۹۸۴ء کو منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے ممتاز علماء اور قائدین شرکت فرما رہے ہیں (ابو عمر عبدالعزیز مدیر الجامعہ الاثریہ اثر آباد۔ پشاور)

(۳) جمعیت شبان علماء اہل حدیث پنجاب کی سالانہ کانفرنس ۱۱-۱۲ مئی کو لالہ زار کالونی اوکاڑہ میں منعقد ہوگی۔ مفصل اشتہار عنقریب شائع ہوگا (قمر لکھوی۔ اوکاڑہ)

(۴) ۴ مئی بروز منگل بعد نماز عشاء چک حسن آرائیں لاہوریاں والا میں سیرت النبیؐ کانفرنس ہوگی جس سے جید علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ (خطیب ثناء اللہ زاہد)

(۵) شارجہ میں جلسہ سیرت النبیؐ۔ مسجد (عمر بن الخطابؓ) مرکز الدعوۃ الاسلامیہ (اسلامک سنٹر) نزد پاور ہاؤس، شارع الزہراء شارجہ میں ۲۶ اپریل ۸۴ء بروز جمعرات منعقد ہوگا۔ جس میں متعدد عرب اور غیر عرب علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ انشاء اللہ (اراکین مکتبۃ الکتاب والسنۃ للمطالعہ۔ شارجہ)

دارالعلوم جامعہ ڈھلیانہ الاسلامیہ" ضلع اوکاڑہ" کی سالانہ کانفرنس ۴ ۵ ۸ ۴ ھ جمعہ ۲ شعبان کو منعقد ہو رہی ہے۔ جناب قاری عبدالحفیظ صاحب و دیگر علماء دن، رات خطاب فرمائیں گے۔ تقسیم اسناد کا پروگرام بھی ہے۔ لہٰذا فارغ التحصیل حفاظ و علماء ۱۴۰۴ھ تک رابطہ قائم کریں (شعبہ نشر و اشاعت جامعہ ڈھلیانہ الاسلامیہ ضلع اوکاڑہ)

وفیات

(۱) حاجی آباد فیصل آباد کی جماعت کے سرگرم رکن حاجی محمد اسحاق صاحب کا بڑا لڑکا سلطان محمود ۴ اپریل کو بس کے حادثہ میں شدید زخمی ہوا۔ اور ۶ اپریل کو سول ہسپتال میں ہی وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) ادارہ علوم اسلامی جھنگ کے ناظم جناب عبداللہ حنیف کے عم محترم مولانا حکیم عبدالستار ظفر آف دریام اسٹیشن بعمر پچاس سال میں انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۳) ۷ اپریل کو حکیم محمد صدیق صاحب آف کوٹ لدھا کشن وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ادارہ)

(۴) دارالعلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) لاہور کے مخلص معاون چوہدری محمد سلیم صاحب اختر فیصل آباد کے تایا جان حاجی چوہدری محمد اسمٰعیل وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دارالعلوم کے سٹاف نے قرارداد تعزیت پاس کی اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعائیں کیں (محمد حسن سعید ناظم دفتر)

الاعتصام ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت اور ان کے متعلقین و پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے (ادارہ)

متفرقات

- مولانا نذیر احمد سبحانی محتسب اعلیٰ جمعیت المشائخ اہل حدیث پاکستان کے چھ پنجابی منظوم کلام، بدعتی ٹولہ، سپیکر والا درود، مسلک اہل حدیث، شاہ فیصل زندہ باد وغیرہ شائقین ایک کارڈ لکھ کر منگوائیں (ناظم مرکزی دفتر ۲۵۴ - بی سٹیلائٹ ٹاؤن - گوجرانوالہ)
- دعاؤں والے اشتہارات اور تعویذات کی حقیقت

صرف چالیس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائیے۔
(ملک دوست محمد اعوان کلیالی۔ وادی سون ضلع خوشاب)

● ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث رجسٹرڈ جام پور کی طرف سے ۱۸۰ صفحات پر مشتمل کتاب بعنوان "حج اور عمرہ" نظرثانی شدہ مولانا سید بدیع الدین شاہ پیر آف جھنڈا و مولانا عبدالغفار صاحب حسن، مبلغ ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیے (محمد یٰسین راہی ناظم ادارہ تبلیغ جماعت اہلحدیث رجسٹرڈ جام پور ضلع راجن پور)

● میں ایک غریب سرکاری ملازم اور جماعت کا ادنیٰ کارکن ہوں، مالی حالت نہایت غیر مستحکم ہے۔ والد صاحب فالج کے مریض، والدہ نابینا، دو بہنوں کی شادی کا فریضہ سر پہ ہے۔ خاصا مقروض ہوں۔ قرض خواہ تنگ کر رہے ہیں۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ مجھے کچھ رقم بطور قرضہ دے دیں تاکہ میں اپنا قرض ادا کر سکوں اور فرض بھی پورے کروں۔ میں موصول شدہ رقوم قلیل عرصہ میں انشاء اللہ لوٹا دوں گا (م۔ د۔ ص مقام وڈاکخانہ کھنگ ضلع شیخوپورہ)

● میں خادم مسجد رہنا چاہتا ہوں۔ عیالدار اور بے کار ہوں۔ ضرورت مند حضرات پتہ ذیل پر رابطہ قائم کریں۔ رہائش کے لئے مکان کا ہونا ضروری ہے تاکہ بیوی، بچے ساتھ رہ سکیں (حاجی محمد اسماعیل معرفت محمد سلیمان چائے فروش اڈہ فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ)

ضرورتِ رشتہ

ایک دوشیزہ عمر تقریباً ۱۴ سال، کے لئے ایک عالم دین اور سلفی العقیدہ نوجوان کا رشتہ مطلوب ہے۔ ماچھی برادری کو ترجیح دی جائے گی۔ پتہ ذیل پر رابطہ قائم فرمائیں۔ (محمد صفدر عثمانی، خطیب جامع مسجد اہل حدیث گرمولا ورکاں براستہ جنڈیالہ شیر خاں ضلع گوجرانوالہ)

ان سے خبردار رہیئے

مولوی سلیم اللہ مراثی دراز قد، بھاری جسم، ترچھی ہوئی ڈاڑھی، رنگ سیاہی مائل ساکن کوٹ حنیف المعروف گڑھی ضلع گوجرانوالہ عمر تقریباً بیس بائیس سال۔ ہر مسلک کی مسجد میں اسی مسلک کا دعویٰ کرکے گداگری کرتا ہے اور جھوٹ بول کر پیسے بٹورتا ہے۔ قارئین اس سے خبردار رہیں اور بھیک یا چندہ نہ دیں۔ (محمد مشتاق چیمہ خطیب دیونہ ضلع گجرات)

ضرورتِ رشتہ

اہل حدیث خاندان کے ایم۔بی۔بی۔ایس کے فائنل ایئر کے طالب علم کے لئے میڈیکل کالج کی فاضل ایئر کی فاضلہ کا رشتہ مطلوب ہے۔ اہل حدیث ہونا ضروری ہے۔ رابطہ کے لئے (معرفت م۔س۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

سالانہ اہل حدیث کانفرنس ماموں کانجن

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں گزشتہ چودہ پندرہ برس سے ملکی سطح پر سالانہ اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ اس سال بھی حسب روایت یہ عظیم الشان کانفرنس ۶، ۷، ۸، اپریل ۱۹۸۳ء کو منعقد ہوئی۔ اور ملک بھر سے علمائے اہل حدیث اس میں شامل ہوئے۔ موحدین کا ایک سیلِ بے کراں اس سہ روزہ اجتماع میں قرآن و سنت کا پیغام سننے میں شب و روز مصروف رہا۔ انتظامیہ نے مہمانوں کی خاطرداری میں حتی المقدور بہترین مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا۔ مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر اور دیگر شیوخ کے علاوہ مصر کے عالم بھی اس کانفرنس میں تشریف لائے۔ مقررین نے مجموعی طور پر ملک میں اسلامی نظام کے مکمل نفاذ پر زور دیا۔ اور حکومت پر واضح کیا کہ یہاں کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ نہ کوئی دوسرا نظام اور نہ موجودہ ڈھیلا ڈھالا اسلام قبول کیا جائے گا یہ مطالبہ کیا گیا کہ یہاں صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کی جائے۔ اور معاشرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر استوار کیا جائے۔ (ع۔ ن)

طلبائے مدارسِ عربیہ کے لئے ماہانہ قراءت کورس

مدارسِ عربیہ میں زیرِ تعلیم طلباء کے لئے جامعہ اصحابِ صُفّہ سوہدرہ میں رمضان المبارک کے دوران ماہانہ قراءت کورس (از ۲۶ شعبان المعظم تا ۲۰ رمضان المبارک) شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد مستقبل میں علمی خدمات سرانجام دینے والے حضرات کو مختصر سے وقت میں قرآنی تلفظ درست کرانے کا موقع فراہم کرنا ہے۔ کورس کے لئے معروف قراء حضرات کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

دلچسپی رکھنے والے ایسے طلباء جو ناظرہ قرآن پاک روانی سے پڑھ سکتے ہوں۔ ۱۵ شعبان المعظم تک درج ذیل پتہ پر تحریری اطلاع دے کر ۲۶ شعبان المعظم تک جامعہ میں پہنچ جائیں۔ اور بمطابق موسم بستر ہمراہ لائیں۔

قیام و طعام بذمہ جامعہ ہوگا۔

محلِ وقوع قصبہ سوہدرہ وزیرآباد سے بطرف سیالکوٹ ۹ کلومیٹر فاصلے پر واقع ہے۔

المعلن: ابن المجید حافظ عبدالوحید ایڈووکیٹ مہتمم جامعہ اصحاب صُفّہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R.L.I 5523